تفہیم القرآن اور تدبر قرآن کے رجحانات کا مطالعہ: قرآنی آیات کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے

Study of the trends of "Tafheemul Quran" and "Tadabbur e Quran": With reference to univocity of the Qur'anic verses

Shafqat Maqbool⋆
Dr. Farhad Ullah⋆⋆

Abstract:

The Holy Quran is the last message of Allah Almighty for humanity which transcends time and serves as complete code of life in every era. Its depth and comprehensiveness remained a sole source of Divine guidance for human intellect and wisdom in each era. It has been perpetual marvel of Holy Prophet Muhammad (SAW) theologically as well as a great masterpiece of eloquence in Arabic Language. Many intellectuals and interpreters in every era, have performed myriad interpretive services to reveal the true message of Quran in terms of principals of interpretation, their knowledge, aesthetics, environment and nature. In this regard, there have been two distinct schools of thought pertaining to the conceptual understanding of Quranic words and patterns:

1. Every word and verse of Quran has univocity which means it is not subject to more than one connotative interpretation.
2. All words and verses of Holy Quran do not have univocity. Few words and verses have polyvocity which means that they are subject to more than one connotative interpretation.

⋆ : PhD Research Scholar (Islamic Studies Deptt.) HITEC University, Taxila

⋆⋆ : Associate Professor (Islamic Studies Deptt.) HITEC University, Taxila

This research study has analyzed comprehension and understanding of the concept of univocity and polyvocity with examples from the Holy Quran and their effects on Quranic verdicts with reference to jurisprudence. It has also studied two significant Tafseer books of subcontinent- "*Tafheem-ul-Quran by Syed AbulA'laMaududi*, 1979" and "*Tadabbur-e-Quran by Maulana Amin Ahsan Islahi*, 1997" with reference to their trends about univocity and arguments /principles in favour of adopting their trends. This article will introduce a new dimension to comparative studies in interpretive literature.
Keywords: Univocity, Polyvocity, interpretation, *Tafheem-ul-Quran, Tadabbur-e-Quran*

قرآن مجید خالق کائنات کا کلام اور عربی مبین میں فصاحت وبلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ جو انسانیت کے ہر دور کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس کی جامعیت اور گہرائی ہر دور کی انسانی فکر و عقل کے لیے حقیقی رہنمائی کا سب سے عظیم ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا دائمی معجزہ جس نے تاریخ انسانی کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ قرآنی علوم اور تفسیری ادبیات کا عظیم سرمایہ بھی کسی معجزہ سے کم نہیں۔ ہر دور کے مفسرین کرام نے اپنے ذوق، ماحول اور طبائع کے اعتبار سے بیش بہا تفسیری خدمات سرانجام دی ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ"(1) قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

قرآن کریم کے دو نمایاں اور آپس میں لازم وملزوم عناصر اس کے الفاظ اور ان کے مفاہیم ہیں۔ الفاظ کی تلاوت کی جاتی ہے اور مفاہیم پر عمل کیا جاتا ہے۔ چونکہ الفاظ مفہوم کے لیے وضع کیے جاتے ہیں اور بعض اوقات مختلف مفاہیم ادا کرنے کے لیے ایک ہی مشترک لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے مفہوم کے اعتبار سے الفاظ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1. اگر کوئی لفظ کسی ایک ہی متعین معنی و مفہوم کے لیے بولا جاتا ہو اور اس کے اندر کسی دوسرے معنی کا احتمال ممکن نہ ہو تو ایسے الفاظ کو قطعی الدلالۃ کہتے ہیں۔

1۔ الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن الدارمی، الرقم:، دارالمغنی للنشر والتوزیع، السعودیۃ۔ ۲۰۰۰

2. اگر کسی لفظ کے اندر ایک سے زائد مفاہیم پائے جاتے ہوں۔ یعنی ایک ہی لفظ مختلف مفاہیم کے لیے مشترک ہو تو ایسے الفاظ کو ظنی الدلالۃ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی مشترک الفاظ و تراکیب استعمال ہوئے ہیں۔ قرآنی الفاظ کے معانی میں تعدّد و اشتراک کے مواقع پر مفسرین کے یہی دو مختلف رجحان رہے ہیں۔ ایک طبقہ تمام قرآنی الفاظ و آیات کو "قطعی الدلالۃ" قرار دیتا ہے یعنی قرآن کے ہر لفظ، جملے، اور آیت کا ایک ہی مطلب متعین ہے اور دوسرا کوئی مفہوم درست نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ ایسی آیات کو "ظنی الدلالۃ" قرار دیتا ہے، یعنی اس کے ایک سے زائد معانی ہو سکتے ہیں۔

ان اصطلاحات کی لغوی اور قرآنی امثال کے ساتھ تفہیم درج ذیل ہے۔

قطعی الدلالۃ کا مفہوم

قطعی کا لفظ قَطَعَ سے ہے جس کے معنی "کاٹنا" جدا کرنا یا علیحدہ کرنا کے ہیں۔[2]

دلالت سے مراد کسی لفظ کا معنیٰ یا مفہوم ہے[3] پس 'قطعی الدلالۃ' کے معنیٰ ہیں کہ لفظ میں موجود ایک سے زائد معانی کے احتمالات کا ختم ہو جانا اور محتمل معانی میں سے ایک ہی معنی کا متعین ہو جانا۔

فقہی اصطلاح میں قطعی الدلالۃ کے معنی ہیں کہ کسی نص کا مفہوم و مراد حتمی اور یقینی ہو اور اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو۔[4]

قرآن مجید کی کئی آیات میں کسی اور معنی کا احتمال ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"[5] مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ"[6] تم پر حرام کردی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"[7] محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں

2۔ معجم مقاییس اللغۃ ج ۵، ص ۱۰۱، (مادہ: ق ط ع)

3۔ ابن منظور، لسان العرب: ج ۱۱، ص ۲۴۷، (مادہ: د ل ل)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع ۱۹۹۲ء

4۔ خلاف، عبد الوھاب، علم اصول الفقہ، (مکتبۃ الدعوۃ) ص ۳۵

5۔ النساء: ۱۱

6۔ ایضاً: ۲۳

7۔ الفتح: ۲۹

ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ "وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِینَ الَّذِینَ إِذَا اکْتَالُوا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ یُخْسِرُونَ"[8] بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں۔ اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات مبارکہ سے کوئی دوسرا مفہوم اخذ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ایک ہی متعین مفہوم کی متحمل ہو سکتی ہیں۔

ظنی الدلالۃ کا مفہوم

ظن کے معنی "گمان"، خیال، اٹکل یا اندازہ کے ہوتے ہیں[9] یعنی یقین کے برعکس کسی بات کے مفہوم کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور دلالت سے مراد کسی لفظ کا معنیٰ یا مفہوم ہے[10]۔ تو ظنی الدلالۃ کے مفہوم میں ایک سے زائد احتمالات پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں ایک سے زائد معنی کے احتمال کا امکان پایا جاتا ہے۔ جیسے: "وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ"[11] اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ (حیض /طہر) آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

لفظ "قروء" حیض اور طہر دونوں کے لیے مشترک ہے۔ لہذا دور صحابہ سے ہی مطلقہ کی عدت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ تین طہر ہے یا تین حیض۔

"اَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً"[12] یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ "لمس" کے لغوی معنی تو چھونے کے ہیں۔ مگر اکثر فقہا نے اسے مباشرت کے معنوں میں لیا ہے۔

8۔ المطففین:۳

9۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الجدید، (طبع اول) لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء، (مادہ: ظ ن ن)، ص:۵۷۴

10۔ لسان العرب: ج ۱۱، ص ۲۴۷

11۔ البقرۃ:۲۲۸

12۔ النساء:۴۳

احکام قرآن پر اثرات

استنباط احکام کے لیے نصوص کی قطعی الثبوت یا ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ یا ظنی الدلالۃ کے طور پر درجہ بندی کی جاتی ہے۔ جن کی بناپر احکام مثلاً فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ وغیرہ مستنبط کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے قطعی الثبوت ہونے پر اجماع امت ہے۔ جسکا مطلب ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ، آیات، کلمات، جملے اور ترتیب جن یقینی ذرائع سے ہم تک منتقل ہوئے ہیں، ان کے ثبوت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر قرآنی آیات کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے مختلف رجحان رہے ہیں اور ان متضاد رجحانات کی بناپر احکام میں تبدیلی بھی لازمی امر ہے۔

اس حوالے سے امام عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

"ان الادلة السمعية اربعة :

الاول : قطعی الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسره و المحكمة والسنة المتواتره التی مفهومها قطعی.

الثانی : قطعی الثبوت و ظنی الدلالة كالآيات المؤولة.

الثالث : عكسه كاخبار الاحاد التی مفهوما قطعی.

الرابع : ظنيهما كاخبار الآحاد التی مفهوها ظنی.

فبالاول يثبت الفرض والحرام و بالثانی والثالث الواجب والكراهة التحريم و بالرابع السنة والمستحب". (13)

بیشک "ادلہ سمعیۃ" چار ہیں:

پہلی دلیل: قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ جیسے قرآن کی وہ "مفسر" اور "محکم" آیات اور احادیث متواتر جن کا مفہوم قطعی ہو۔ ایسی دلیل سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں۔

دوسری دلیل: قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ جیسے مؤول آیات۔

تیسری دلیل: اس کے برعکس ہے (یعنی ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ) جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم قطعی ہے۔

(دوسری اور تیسری دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتے ہیں)

چوتھی دلیل: ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے جیسے وہ اخبار احاد جو ظنی الدلالۃ ہیں۔ ایسی دلیل سے سنت اور مستحب وغیرہ ثابت ہوتے ہیں۔

13۔ شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین، ردالمختار، ج:۱، ص:۷۰، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ

فقہاان اصطلاحات کو قانونی نقطہ نظر سے استنباط احکامات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور سخت جانچ پڑتال کے بعد نہایت احتیاط سے آیات قرآنی کے مفاہیم کی قطعی الدلالۃ یا ظنی الدلالۃ کے لحاظ سے درجہ بندی کرتے ہیں۔ لہذا کسی آیت پر "قطعی الدلالۃ" کا حکم لگانے کے لیے قرآنی آیات کو دو عمومی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر ان دو اقسام میں سے ہر ایک کے نیچے مزید چار چار ذیلی اقسام لاتے ہیں:

ا۔ واضح الدلالۃ(جس آیت کی دلالت واضح اور آسان ہو)

واضح الدلالہ کی چار اقسام درج ذیل ہیں:

محکم: سب سے زیادہ واضح آیات کو محکم کہا جاتا ہے۔ مثلاً: إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [14]" درحقیقت اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے"

مفسر: محکم سے ذرا کم واضح آیات کو مفسر کہا جاتا ہے۔ مثلاً: الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [15]"زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو"

نص: وضوح کے اعتبار سے مفسر سے کم واضح آیات نص کہلاتی ہیں۔ مثلاً: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ[16] "اور اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں"

ظاہر: سب سے کم وضوح اس میں ہوتا ہے۔ مثلاً: أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا [17] "حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام"

2۔ خفی الدلالۃ(جس کی دلالت چھپی ہوئی ہو)

اسی طرح "خفی الدلالۃ" کے ذیل میں درج ذیل چار اقسام لائی جاتی ہیں۔

14۔ التوبہ:۱۱۵

15۔ النور:۲

16۔ النساء:۳

17۔ البقرۃ:۲۷۵

متشابہ: اس میں سب سے زیادہ خفا موجود ہوتا ہے شارع کی جانب سے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہوتی۔ مثلاً:
تمام حروف مقطعات اور متشابہات قرآن جیسے یَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ[18] "ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا"

مجمل: اس کا خفا متشابہ سے کم ہوتا ہے۔ شارع کے کلام کی طرف رجوع کر کے اس کا خفا ختم کیا جا سکتا ہے۔ گویا یہ دینی اصطلاح ہوتی ہے جس کی تعریف شارع خود مقرر کرتا ہے۔ مثلاً: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ [19] "اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو"

مشکل: اس میں مجمل سے کم خفا پایا جاتا ہے۔ مثلاً: قَوَارِيرَ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا[20] "شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہونگے، اور ان کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا"

خفی: میں مشکل سے بھی کم خفا پایا جاتا ہے۔ لغوی تحقیق سے ان کا خفا دور کیا جا سکتا ہے[21]۔ مثلاً: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ [22] اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ درج بالا آٹھ اقسام میں سے وضوح کے اعتبار سے " محکم "اور "مفسر" آیات اعلیٰ درجہ کی حامل ہوتی ہیں جن میں تاویل کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔ ایسی آیات میں تاویل سے کام لے کر دوسرا معنی اخذ کرنے والے کو فقہا گمراہ سمجھتے ہیں۔ بالالفاظ دیگر فقہاء ان دونوں اقسام کو "قطعی الدلالۃ" کہتے ہیں اور ایسی آیات سے ثابت ہونے والے احکام کے منکرین پر شدید شرعی حکم بھی لگاتے ہیں۔

"تفہیم القرآن" کا قرآنی آیات کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے رجحان

عصر حاضر کے مفسرین میں سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ[23] (م: ۱۹۷۹ء) نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن اور اپنے منہج تفسیر میں قطعی الدلالۃ یا ظنی الدلالۃ کے رجحان کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ مگر وہ قرآن کے احکام کی تعبیر و

18۔ الفتح: ۱۰

19۔ المزمل: ۲۰

20۔ الانسان: ۱۶

21۔ الشاشي، نظام الدين أبو علي أحمد بن محمد بن إسحاق، اصول الشاشی، الناشر: دار الکتاب العربي—بیروت: ج: ۱، ص: ۶۸

22۔ المائدۃ: ۳۸

23۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) برصغیر پاک وہند کے مشہور عالم دین، مفسر قرآن اور جماعت اسلامی کے بانی تھے۔ بیسوی صدی کے موثر ترین اسلامی مفکرین میں سے ایک تھے۔ ان کی فکر، سوچ اور تصانیف نے پوری دنیا کی اسلامی تحریکات

تفسیر میں اختلاف تنوع کو درست خیال کرتے ہوئے کسی لفظ یا آیت کے ایک سے زائد معنی کے احتمال کو درست سمجھتے ہیں۔ مقدمہ تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں:

"ایک اور سوال جو بالعموم لوگوں کے ذہن میں کھٹکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو قرآن اُن لوگوں کی انتہائی مذمت کرتا ہے جو کتاب اللہ کے آجانے کے بعد تفرقے اور اختلاف میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے دین کے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں، اور دُوسری طرف قرآن کے احکام کی تعبیر و تفسیر میں صرف متاخّرین ہی نہیں، ائمّہ اور تابعین اور خود صحابہ تک کے درمیان اتنے اختلافات پائے جاتے ہیں کہ شاید کوئی ایک بھی احکامی آیت ایسی نہ ملے گی جس کی ایک تفسیر بالکل متفق علیہ ہو۔ کیا یہ سب لوگ اس مذمت کے مصداق ہیں جو قرآن میں وارد ہوئی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر وہ کون سا تفرقہ واختلاف ہے جس سے قرآن منع کرتا ہے؟ یہ ایک نہایت وسیع الاطراف مسئلہ ہے جس پر مفصّل بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں قرآن کے ایک عامی طالبِ علم کی اُلجھن دُور کرنے کے لیے صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ قرآن اس صحت بخش اختلافِ رائے کا مخالف نہیں جو دین میں متفق اور اسلامی نظامِ جماعت میں متحد رہتے ہوئے محض احکام و قوانین کی تعبیر میں مخلصانہ تحقیق کی بنا پر کیا جائے، بلکہ وہ مذمت اُس اختلاف کی کرتا ہے جو نفسانیت اور کج نگاہی سے شروع ہو اور فرقہ بندی و نزاعِ باہمی تک نوبت پہنچادے"[24]

تفہیم القرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مودودیؒ مشترک الفاظ وتراکیب کی حامل آیات کے متعدد معانی کا ذکر کر کے بتاتے ہیں کہ اس آیت کے دو یا تین مفہوم ہو سکتے ہیں اور بعض جگہ فرماتے ہیں کہ یہ سبھی مفاہیم درست ہیں۔ مثلاً: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[25] لفظ رب کے تین معانی بیان کیے گئے ہیں اور ان سب معانی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کائنات رب قرار دیا گیا ہے۔

(۱) مالک اور آقا۔ (۲) مربیّ، پرورش کرنے والا، خبر گیری اور نگہبانی کرنے والا۔ (۳) فرمانروا، حاکم، مدبر اور منتظم[26]

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا[27] آیت مبارکہ کے اس حصہ کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں:

کے ارتقا میں گہرا اثر ڈالا۔ ان کی دینی خدمات کی پیش نظر پہلے شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا۔ آپ کی لکھی ہوئی قرآن مجید کی تفسیر تفہیم القرآن کے نام سے مشہور ہے اور جدید دور کی نمائندگی کرنے والی اس دور کی بہترین تفسیروں میں شمار ہوتی ہے۔

24۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن،، ج:۱، ص:۳۸، ناشر: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۴ء

25۔ الفاتحہ:۱

26۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج۱، ص:۴۴

27۔ الکہف:۵۲

الف۔اور ہم ان کے درمیان ایک ہی ہلاکت کا گڑھا مشترک کردیں گے۔

ب۔مفسرین نے اس آیت کا ایک دوسرا مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ "ہم ان کے درمیان عداوت ڈال دیں گے "۔یعنی دنیا میں ان کے درمیان جو دوستی تھی آخرت میں وہ سخت عداوت میں تبدیل ہو جائے گی۔(28)

تفہیم القرآن کے رجحان کا تجزیہ

تفہیم القرآن میں تقریباً چار سو (۴۰۰) سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں کسی آیت یا لفظ کے ایک سے زائد مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔اس مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مودودیؒ قرآن مجید کی تمام آیات کو قطعی الدلالۃ نہیں سمجھتے ،بلکہ تعدد واشتراک مفہوم کی حامل آیات کی تفسیر ظنی الدلالۃ رجحان کے تحت کرتے ہیں۔اپنے اس رجحان میں وہ جمہور اہل سنت اور قدیم مفسرین کے ہم رکاب نظر آتے ہیں۔

جمہور اہل سنت کا مؤقف

اہل سنت میں سے کسی کا مؤقف نہیں ہے کہ قرآن کریم کا ہر ہر لفظ قطعی الدلالۃ ہے البتہ ان کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن کریم کے کتنے مقامات قطعی الدلالۃ ہیں اور کتنے مقامات ظنی الدلالۃ۔اس بارے میں ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ29(م:۲۰۱۵ء)لکھتے ہیں کہ :

"احناف اور باقی مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظِ خاص اپنے اس معنی پر کہ جس کے لیے اس کو وضع کیا گیا ہے ،قطعیت اور یقین کے ساتھ دلالت کرتا ہے جب تک کہ کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جو اس کو اس کے موضوع لہ معنی سے پھیر دے اور کسی دوسرے معنی کی طرف لے جائے۔قطعیت سے یہاں مراد یہ ہے کہ لفظِ خاص میں کسی دلیل کی وجہ سے کسی اور معنی کا احتمال نہیں ہوتا نہ کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں اصلاً کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں ہوتا"(30)

لفظی دلائل کی قطعیت کے حوالہ سے امام رازیؒ(31)(م:۱۲۱۰ء)لکھتے ہیں:

28۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳، ص ۵۱

29۔ وہبہ الزحیلیؒ(۱۹۳۲-۲۰۱۵ء)عالم اسلام کے مشہور عالم اور جید فقیہ تھے۔اوران کا شمار عالم اسلام کی بلند پایہ فقہی و علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔وہبہ الزحیلی جامعہ الازہر، مصر میں مدرس بھی رہے۔ان کی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ کو خاص اہمیت حاصل ہے

30۔ الزحیلی،ڈاکٹر وھبہ،اصول الفقہ الاسلامی: ج۱،ص ۲۰۵،الناشر: دار الفکر دمشق،(طبع اول)۱۹۸۶ء

31۔ امام فخر الدین رازی(۱۱۴۹-۱۲۰۹ء)مشہور مفسر، محدث،فقیہ اور فلسفی تھے۔پورا نام علامہ فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسینی تھا۔ ایران کے شہر رے میں پیدا ہوئے۔ شافعی اور اشعری عقیدہ رکھتے تھے۔ خوارزم میں معتزلہ عقائد کے

"لِأَنَّ الدَّلَائِلَ اللَّفْظِيَّةَ لَا تَكُونُ قَاطِعَةً الْبَتَّةَ، لِأَنَّ كُلَّ دَلِيلٍ لَفْظِيٍّ فَإِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى نَقْلِ اللُّغَاتِ، وَنَقْلِ وُجُوهِ النَّحْوِ وَالتَّصْرِيفِ، وَمَوْقُوفٌ عَلَى عَدَمِ الِاشْتِرَاكِ وَعَدَمِ الْمَجَازِ، وَعَدَمِ التَّخْصِيصِ، وَعَدَمِ الْإِضْمَارِ، وَعَدَمِ الْمُعَارِضِ النَّقْلِيِّ وَالْعَقْلِيِّ، وَكَانَ ذَلِكَ مَظْنُونٌ، وَالْمَوْقُوفُ عَلَى الْمَظْنُونِ أَوْلَى أَنْ يَكُونَ مَظْنُونًا، فَثَبَتَ أَنَّ شَيْئًا مِنَ الدَّلَائِلِ اللَّفْظِيَّةِ لَا يَكُونُ قَاطِعًا".[32]

"لفظی دلائل ہر گز قطعی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر دلیل لفظی، لغات اور وجوہ نحو وصرف کے نقل اور عدم اشتراک، عدم مجاز، عدم تخصیص وعدم اضمار اور عدم معارض عقلی ونقلی پر مبنی ہے اور ان میں سے ہر چیز مظنون پر موقوف ہے اور جو چیز مظنون پر موقوف ہے وہ بدرجہ اولیٰ مظنون ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ لفظی دلائل ہر گز قطعی نہیں ہو سکتے"

تدبر قرآن کا قرآنی آیات کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے رجحان

مولانا امین احسن اصلاحیؒ[33] (م: ۱۹۹۷ء) اپنی تفسیر تدبر قرآن کو اپنے استاد محترم مولانا حمید الدین فراہیؒ[34] (م: ۱۹۳۰) کی فکر کا تسلسل قرار دیتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ :

میں نے ان (مولانا حمید الدین فراہیؒ) سے قرآن حکیم پر غور کرنے کے اصول سیکھے اور خود ان کی رہنمائی میں پورے پانچ سال ان اصولوں کا تجربہ کرنے میں بسر کیے ہیں پھر انھی اصولوں کو سامنے رکھ کر آج تک کام کرتا رہا ہوں[35]

لہذا تدبر قرآن کے رجحان اور اسے اختیار کرنے کے اصولوں اور دلائل کی اساس مولانا حمید الدین فراہیؒ کے وضع کردہ اصولوں میں ہی دیکھنا ہو گی۔

خلاف تبلیغ کے لیے گئے۔ ہرات میں مستقل سکونت اختیار کی اور ایک مدرسے میں شیخ الاسلام کی حیثیت سے تدریس میں مصروف رہے۔ آپ نے علوم دین فلسفیانہ پیرائے میں پیش کیے۔۔ علم الکلام میں مشہور تصنیف اساس التقدیس ہے۔ مفاتیح الغیب کے نام سے قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جو تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔

32۔ الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر الملقب بفخر الدين، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، ج۷، ص۱۳، دار إحياء التراث العربي بیروت ۱۴۲۰ھ

33۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ (۱۹۰۴-۱۹۹۷ء) فراہی مکتب فکر کے ایک جلیل القدر عالم دین، مفسر قرآن اور ممتاز ریسرچ سکالر تھے۔ متحدہ ہندستان کے شہر اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ نے پاکستان ہجرت کی۔ لاہور میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہیں۔ امام حمید الدین فراہیؒ کے آخری عمر کے تلمیذ خاص اور ان کے افکار و نظریات کے ارتقا کی پہلی کرن ثابت ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ فراہی مکتب فکر کے نظریہ نظام القرآن کے مطابق تفسیر تدبر قرآن کے مصنف ہیں۔

34۔ حمید الدین فراہی (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) برصغیر پاک وہند کے ممتاز قرآنی مفسر، قرآنی سورتوں میں نظم اور تمام قرآنی آیات کی قطعی الدلالت کے اپنے نظریہ کے حوالہ سے مشہور ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

35۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن،، فاران فاؤنڈیشن لاہور، نومبر ۲۰۰۹ء: ج:۱، ص: ۴۱

مولانا حمید الدین فراہیؒ کا مؤقف

مولانا حمید الدین فراہیؒ کا موقف ہے کہ قرآن کریم اپنے معنیٰ و مفہوم میں بالکل قطعی دوٹوک اور واضح ہے۔اس کے ایک ایک لفظ کی اپنے معانی پر دلالت قطعی ہے اور اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے بالکل مستقل اور خود کافی ہے۔اپنی تفسیر نظام القرآن کے مقدمہ میں بالکل دوٹوک انداز میں فرماتے ہیں:

"ان القرآن قطعی الدلالة ، واحتمالها (ای آیاته) المعانی الکثیرة، من قصور العلم والتدبر"[36] "قرآن مجید بالکل قطعی الدلالۃ ہے۔ہر آیت میں مختلف معانی کا احتمال محض ہمارے قلتِ علم و تدبّر کا نتیجہ ہے"

مولانا فراہیؒ کا کہنا ہے کہ ایک آیت ایک ہی مفہوم کی متحمل ہوسکتی ہے۔اس لیے تفسیر کے تمام آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت کے کسی ایک مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔بکثرت اقوال نقل کرنے سے اختلاف کے دروازے کھلتے ہیں اور مخالفین کو اعتراضات کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ تفسیری ادبیات میں تعدّد آراء اور بہت زیادہ اقوال نقل کرنے کے رجحان کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا فراہیؒ درج ذیل وجوہات لکھتے ہیں:

1. "اکثر لوگوں کے مزاج مختصر اور جامع بات پر قناعت نہیں کرتے بلکہ تفصیل کے طالب ہوتے ہیں،مثال کے طور پر ان کے سامنے اگر قیامت کا ذکر آتا ہے تو فوراً سوال کر بیٹھتے ہیں کہ کب آئے گی، کیوں آئے گی،اس کی علامات کیا ہیں۔
2. اکثر لوگ ہر چیز کی مکمل صورت گری دیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔اس لیے وہ صرف علم و حکم سے مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ان کو نام، شکل اور مکان سے جاننا چاہتے ہیں۔اس طبیعت اور مزاج کے حامل لوگوں کے لیے تفسیروں میں قصے اور ان کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں،اس طرح قرآن مجید میں جن باتوں کا ذکر نہیں ہے وہ بھی تفاسیر میں بیان کر دی جاتی ہیں۔
3. بعض اوقات مذہبی اور سیاسی ضروریات بھی رکیک تاویلات کی وجہ بنتی ہیں،اور ان سے بحث وجدال کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

36۔ الفراہی، حمید الدین، تفسیر نظام القرآن وتاویل الفرقان، فاتحہ نظام القرآن ص:۳۹، الدائرۃ الحمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء

4. علم کلام کی ترویج کے بعد فلسفی مفسرین نے اپنے مؤقف کو مدلل کرنے کے لیے تاویلات کا سہارا لیا اور متعدد مقامات پر جائز حدود کو بھی پار کر گئے"۔[37]

اس تجزیہ کے بعد مولانا فراہی نے قرآنی نصوص میں ایک سے زائد معانی کے احتمال کو ختم کرنے کے لیے درج ذیل پانچ اصول ترجیح وضع کیے:

1. پہلا اصل:

"عنداختلاف الوجوه والاعتبار يؤخذ ماكان أوفق بالمقام والعمود"[38] اختلاف وجوہ کے وقت سیاق وسباق اور عمود کلام کے نزدیک معنی کا اعتبار کیا جائے گا۔

2. دوسرا اصل:

"إذا كان الكلام ذا احتمالات، تؤخذ منها ما كان لها نظير في باقي القرآن فما لم يوافقه قرآن غير ما فيه التراع يترك"[39] جب کلام مختلف احتمالات رکھتا ہو تو اس معنی کو ترجیح دی جائے گی جس کی نظیر باقی قرآن سے ملتی ہو۔ جن معانی کو قرآن کی موافقت حاصل نہیں ہوگی وہ ترک کر دیے جائیں گے۔

3. تیسرا اصل:

"إذا كان المعنى مقتضيا لعبارة غير ما في الكلام، فذلك المعنى مرجوح "[40] اگر کوئی مفہوم کلام میں موجود عبارت کے علاوہ کسی دوسری عبارت کا تقاضا کرتا ہو تو وہ مرجوح ہوگا۔

4. چوتھا اصل:

"الأخذ بأحسن الوجوه، المراد بأحسن الوجوه ما كان أولى بمعالي الأمور، ومكارم الأخلاق، وأوضح إلى القلوب، وأوفق بمحكمات القرآن، وأحسن ظنا بالله ورسوله، وأظهر بيانا من جهة العربية "[41]

37۔ الفراہی، حمید الدین ،التکمیل فی اصول التاویل ، ص: ۲۰-۲۲، الدائرۃ الحمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ،۱۳۸۸ھ

38۔ ایضاً، ص: ۸۲

39۔ ایضاً، ص: ۸۳

40۔ ایضاً، ص: ۸۵

41۔ ایضاً، ص: ۸۵

احسن پہلو رکھنے والی تفسیر کو لیا جائے۔احسن پہلو رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند حقائق اور عمدہ اخلاق سے مطابقت رکھتی ہو،دلوں کے لیے بالکل واضح ہو،قرآن کی محکم آیات کے مطابق ہو،اللہ اوراس کے رسول کے بارے میں اچھا گمان پیدا کرتی ہواور عربی زبان کے اعتبار سے اس کا بیان ظاہر ہو۔

5. پانچواں اصل:

الأخذ بأثبت الوجوه لغة، بمثل الأخذ بأحسن الوجوه، يكون الأخذ بأثبتها في اللغة[42]------ الشاذ المنكر لفظا يترك "[43] لغوی طور پر ثابت شدہ معانی کو اختیار کیا جائے۔الفاظ کے معروف معانی لینا بھی لغوی طور پر ثابت شدہ معانی اختیار کرنے میں شامل ہے ... اسی طرح شاذ اور منکر لفظ کو ترک کر دیا جائے گا۔

ان اصولوں کے مطابق مولانا فراہیؒ نے اپنی تفسیر "نظام القرآن" لکھنے کا آغاز کیا، مگر وہ چند سورتوں کی تفسیر ہی لکھ پائے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اپنے استاد محترم کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق تفسیر تدبر قرآن لکھ کر ان کی فکر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔انہوں نے تفسیر قرآن کے لیے اپنے منہج کی وضاحت اپنی کتاب مبادی تدبر قرآن میں بھی کی۔قرآنی آیات کی دلالت کی قطعیت کے حوالہ سے اپنے استاد محترم کے مؤقف کا نہ صرف پورالحاظ رکھا بلکہ امام رازیؒ کے مؤقف کہ "الفاظ کی اپنے مفہوم پر دلالت قطعی نہیں ہوتی" کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ موٹی سی بات ہر عقل سمجھ سکتی ہے کہ ایک آیت کے متعلق صحیح بات صرف ایک ہی ہو سکتی ہے"[44]

مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اپنی تفسیر تدبر قرآن میں قطعی الدلالۃ کا رجحان اختیار کیا ہے۔وہ مشترک الفاظ و تراکیب کی حامل آیات میں سے کسی ایک مفہوم کو ترجیح دیتے ہیں اور باقی مفاہیم کو نظرانداز کر کے یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ اس آیت کا یہی ایک مفہوم متعین ہے۔ مثلاً:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"[45]

لفظ رب کے دو معانی "پرورش کرنے والا" اور "مالک و آقا" بیان کرنے بعد کہا گیا ہے کہ "مالک و آقا" کا مفہوم "پرورش کرنے والے" کے مفہوم کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہی پیدا ہوا ہے کیونکہ پرورش کرنے والی ذات کو ہی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مالک و آقا بھی ہو۔مالک و آقا کا مفہوم لفظ رب پر اتنا غالب آچکا ہے کہ محض پرورش کرنے والے کے لیے اس کا استعمال باقی نہیں رہا۔[46]

42۔ ایضاً،ص:۸۸

43۔ ایضاً،ص:۹۰

44۔ اصلاحی،امین احسن،مبادی تدبر قرآن،ص:۸۰،ناشر:فاران فاؤنڈیشن لاہور،۲۰۱۳ء

45۔ الفاتحہ:۱

46۔ اصلاحی،تدبر قرآن،،ج:۱،ص:۵۶

دو معانی بیان کرنے کے بعد قطعی الدلالۃ کے رجحان کے تحت انہیں ایک معنی میں سمو دینے کی کوشش کی ہے۔
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا[47]
تدبر قرآن میں قطعی طور پر "موبق" کے معنی ہلاکت کا کھڈ، تباہی کا گڑھا ہی اختیار کیے گئے ہیں۔[48]

تدبر قرآن کے رجحان کا تجزیہ

چونکہ "قطعی الدلالۃ" ایک فقہی اصطلاح ہے فقہا نے ایسی اصطلاحات قانونی نقطہ نظر سے احکامات کے استنباط کے لیے وضع کی ہیں۔اس لیے کسی آیت کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے فقہا کے قائم کردہ معیارات کو ہی سامنے رکھنا چاہیے۔صاحب تدبر قرآن اگر ہر قرآنی آیت کو "محکم" اور "مفسر" کی طرح قطعی الدلالۃ مانتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جو شخص بھی ان کے بیان کردہ کسی آیت کے مفہوم سے ہٹ کر کوئی رائے اختیار کرنے کی جسارت کرتا ہے تو اس پر "مفسر" اور "محکم" کے انکار کا شرعی حکم لاگو ہونا چاہیے۔مگر واقعہ یہ ہے کہ مولانا اصلاحیؒ متعدد آیات کی تاویل میں فراہی مکتبہ فکر کے سلوگن "القران لا یحتمل الا تاویلا واحدا" (قرآن ایک تاویل سے زیادہ کا متحمل نہیں ہو سکتا) سے ہٹ کر اپنے استاد امام فراہیؒ سے مختلف تاویل اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔

چند نظائر درج ذیل ہیں:

1۔مولانا اصلاحی نے فراہی مکتب فکر کے تفسیری منہج کے بنیادی نکتہ نظم قرآن میں ہی اپنے استاد محترم سے الگ رائے اختیار کی ہے۔مولانا فراہیؒ نظم قرآن کے اعتبار سے قرآنی سورتوں کو نو(9) گروپس میں تقسیم کرتے ہیں[49]،جب کہ مولانا اصلاحیؒ سات (7) گروپس میں تقسیم کرتے ہیں[50]۔

2۔اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت:215 کی تاویل میں اپنے استاد محترم سے آیت مبارکہ کے روئے سخن ہی کے بارے میں الگ رائے اختیار کی ہے۔

"يَسْـــــــــلُوْنَكَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ پس قُلْ مَا اَنفَقتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ"[51]

مولانا اصلاحیؒ کے نزدیک:

47۔ الکہف:۵۲

48۔ اصلاحی،تدبر قرآن،ج:۴،ص:۵۹۶

49۔ فراہی،حمید الدین،دلائل النظام،ص:۹۲،الدائرۃ الحمیدیہ،مدرسۃ الاصلاح،سرائے میر اعظم گڑھ،۱۳۸۸ھ

50۔ صلاحی،تدبر قرآن،ج:۱،ص:۲۵

51۔ البقرہ:۲۱۵

"اس آیت کا روئے سخن اصل میں ان مسلمانوں کی طرف ہے جو جان و مال کی قربانی میں کمزور تھے۔۔۔۔۔اور ایسے سوالات سچے اور پکے مسلمانوں کی طرف سے بہت کم کیے گئے ہیں زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے کیے گئے جو کم ہمت اور بخیل تھے اور اپنی اس کمزوری کو سوالات کے پردے میں چھپانا چاہتے تھے۔اسی طرح کے لوگ تھے جنہوں نے انفاق کے حکم کے جواب میں یہ سوال اٹھایا جس کا آیت زیر بحث میں حوالہ دے کر جواب دیا گیا ہے۔[52]

تدبر قرآن میں ہی مولانا اصلاحیؒ اپنے استاد محترم مولانا فراہیؒ کی تاویل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"مولانا فراہیؒ اس آیت کو ذرا اس سے مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ان کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ یہ انفاق اس جہاد کے لیے تھا جس کا حکم خانہ کعبہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لیے ہوا تھا اس وجہ سے اس نے مسلمانوں کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور اس جہاد کی تیاریوں میں وہ اس قدر منہمک ہو گئے کہ انفاق کے دوسرے مصارف، والدین، اقربا، یتامی، مساکین وغیرہ۔ کی طرف ان کی وہ توجہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی اس وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا کہ انفاق کی مقدار کیا ہو۔اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے،اس کے اول حق دار وہ مستحقین ہیں جن کا ذکر ہوا، پھر مزید جو کچھ خرچ کیا جائے تو وہ سب اللہ کے علم میں رہے گا اور وہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا"[53]۔

مولانا جلیل احسن ندویؒ ان مختلف تاویلات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دونوں کا زاویہ نظر ذرا مختلف نہیں، مختلف ہے۔مولانا فراہی کے نزدیک:

اس آیت میں ان سچے، پکے اور بلند پایہ حاملین ایمان کا بلند کردار پیش کیا گیا ہے جو سوال کر رہے ہیں کہ کتنا انفاق کریں جو اعلائے کلمۃ اللہ کی مہم کے لیے ضروری ہے۔ان کے پورا انفاق کرنے سے یہ اندیشہ ہو چلا ہے کہ کہیں والدین، قرابت داروں اور دیگر مستحقین کے حقوق نظر انداز نہ ہو جائیں۔اس لیے انہیں انفاق میں توازن کی تعلیم دی گئی ہے۔

جب کہ مولانا اصلاحی اس کے برعکس "کچے اور بخیل "لوگوں کا کردار پیش کر رہے ہیں"[54]

اس مطالعہ سے ڈاکٹر زاہد صدیق مغل[55] کی رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ قرآنی آیات کی قطعی الدلالۃ کے حوالہ سے فراہی مکتب فکر کا نظریہ جسے تدبر قرآن میں اختیار کیا گیا ہے، نہ صرف مبہم بلکہ Subjective بھی ہے[56]۔ فقہا اور فراہی مکتب فکر کے نظریہ میں بہت فرق ہے۔اور اگر فقہا کے نظریہ پر مولانا فراہیؒ اور مولانا

52۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۱، ص:۵۰۹

53۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۱۰

54۔ جلیل احسن ندوی، تدبر قرآن پر ایک نظر، ص:۶۷، دار التذکیر لاہور، ۲۰۰۷ء

55۔ اسسٹنٹ پروفیسر، نسٹ یونیورسٹی اسلام آباد

56۔ مغل، محمد زاہد صدیق، "فقہا و مکتب فراہی کے تصور قطعی الدلالۃ کا فرق" مشمولہ ماہنامہ "الشریعہ "ص:۳۴-۳۷، اکتوبر ۲۰۱۶ء گوجرانوالہ

اصلاحیؒ کی تفاسیر کو بھی پرکھا جائے تو بہت سے مقامات تقاضا کرتے ہیں کہ کسی ایک کا مفہوم "محکم" اور "مفسر" سے ہٹ کر ہے۔ فقہا محکم اور مفسر آیات کو ان کے متعین مفہوم سے ہٹانے پر سخت حکم لگاتے ہیں۔

تفہیم القرآن اور تدبر قرآن کا تقابلی مطالعہ

تفہیم القرآن اور تدبر قرآن کے رجحانات کو سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۲۲۸ کے ضمن میں تفسیری تقابل سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ[57]

سیاق کلام

گزشتہ آیات میں عورتوں کے بارے میں حیض اور ایلاء وغیرہ کے احکام بیان کرنے کے بعد اس آیت کے ابتدائی جملے میں مطلقہ کی عدت بیان کی گئی ہے، اگلے حصے میں اس کا مقصد عورت کے حاملہ ہونے یا نہ ہونے کا تعین قرار دیا گیا ہے، عورتوں کو حمل چھپانے سے منع کیا گیا ہے اور مردوں کو اس عدت کے دوران رجوع کا حق دیا گیا ہے۔

محل استدلال

لفظ "قروء" آیت مبارکہ کے اس حصے میں محل استدلال ہے۔

طرفین کا موقف

تفہیم القرآن

سید مودودیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء کی بنا پر دو مفاہیم بیان کیے ہیں:

1۔ ایک جماعت کے نزدیک جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے، اس وقت تک طلاق بائن نہ ہو گی اور شوہر کو رجوع کا حق باقی رہے گا۔ (یعنی مطلقہ کی عدت تین حیض ہے) حضرات ابو بکر، عمر، علی، ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری، ابن مسعود (رضی اللہ عنھم) اور بڑے بڑے صحابہ کی یہی رائے ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی کو قبول کیا ہے۔

2۔ بخلاف اس کے دوسری جماعت کہتی ہے کہ عورت کو تیسری بار حیض آتے ہی شوہر کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ (یعنی مطلقہ کی عدت تین طہر ہے) یہ رائے حضرات عائشہ، ابن عمر، اور زید بن ثابت (رضی اللہ عنھم) کی ہے اور فقہائے شافعیہ و مالکیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔[58]

57۔ البقرۃ:۲۲۸

58۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج:۱، ص:۱۷۳

تفہیم القرآن میں لفظ قروء کے مفہوم کے بارے میں صحابہ کرام کی مختلف آراء اور دونوں فقہی مسالک کو بیان کر کے چھوڑ دیا گیا ہے، اس سے صاحب تفہیم القران کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ بعض قرآنی آیات کے مفہوم ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

تدبر قرآن

مولانا اصلاحی لکھتے ہیں کہ :

> لفظ "قروء" قرء کی جمع ہے۔ اس کے معنی کی تعیین میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اس کے معنی حیض کے لیے ہیں اور بعض نے طہر کے۔ اس کے اصل مادہ اور اس کے مشتقات پر ہم نے جس قدر غور کیا ہے اس سے ہمارا رجحان اسی بات کی طرف ہے کہ اس کے اصل معنی تو حیض ہی کے ہیں لیکن چونکہ ہر حیض کے ساتھ طہر بھی لازماً لگا ہوا ہے اس وجہ سے عام بول چال میں اس سے طہر کو بھی تعبیر کر دیتے ہیں، جس طرح رات کے لفظ سے اس کے ساتھ لگے ہوئے دن کو یا دن کے لفظ سے اس کے ساتھ لگی ہوئی رات کو۔ اس قسم کے استعمال کی مثالیں ہر زبان میں مل سکتی ہیں۔ یہاں جو مسئلہ بیان ہوا ہے اس کا ظاہری قرینہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "قروء" سے مراد حیض ہی ہے۔ اس لیے کہ آیت میں مطلقہ عورتوں کو جس توقف کی ہدایت ہے اس کی اصل حکمت، جیسا کہ اس آیت سے خود واضح ہے کہ یہ متعین ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ حاملہ ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ اصلاً حیض ہی سے ہوتا ہے نہ کہ طہر سے۔ اس وجہ سے اس کو حیض ہی کے معنی میں لینا زیادہ اقرب ہے "(59)

تدبر قرآن میں لغوی طور پر بھی قروء کے معنی حیض کو ترجیح دی گئی ہے اور اس حکم کی حکمت کے حوالہ سے بھی حیض کے مفہوم کے لیے ترجیح قائم کی ہے۔ اس سے صاحب تدبر قرآن کا رجحان واضح طور پر اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کے مفہوم ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اگر کسی جگہ ایک سے زیادہ مفہوم لگ رہے ہوں تو وہاں ایک معنی کو ترجیح دی جائے گی۔

لغوی تحقیق

لفظ "قروء" کے معنی کی تعیین میں اہل لغت کے ہاں درج ذیل اقوال پائے جاتے ہیں :

"قُرُوءٍ" جمع ہے "قرءَ" کی اور لغت میں (القرء) کا نام حیض و طہر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (60)

"القَرء" (قاف کی زبر کے ساتھ) اضداد میں سے ہے اور حیض اور طہر دونوں کے لیئے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع "اقراء" اور "قروء" آتی ہے (61)

59۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۱، ص: ۵۳۲

60۔ لسان العرب، (مادہ: ق ر ء)

لفظ "قروء" طہر سے حیض میں داخل ہونے کے لئے وضع کیا گیا ہے چونکہ یہ دونوں معنی کا جامع ہے تو دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ بولا جانے لگا جیسے "مائدہ" کا لفظ" دستر خوان "اور " کھانا" دونوں کے لئے بولا جاتا ہے (62)

لغت میں لفظ "قروء" حیض اور طہر دونوں کے لئے بولا جاتا ہے یعنی اس کے معنی کی تعیین میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔

قدیم مفسرین کی آراء

تفسیر ابن جریر طبریؒ

امام ابن جریرؒ (م: ۹۲۳ء) لفظ "قروء" کے بارے میں آثار صحابہ کرام اور سلف کے اقوال دونوں طرف سے نقل کرنے کے بعد اس پر لغوی اعتبار سے بات کرتے ہیں کہ لفظ "قرء" کلام عرب میں کسی چیز کے عادتاً ایک معلوم وقت پر آنے اور کسی چیز کے عادتاً ایک معلوم وقت پر جانے کے لیے بولا جاتا ہے، اسی وجہ سے بعض عربوں نے حیض کے آنے کے وقت کو "قرء" کا نام دیا کہ جب خون عادتاً عورت کے فرج سے ایک معلوم وقت میں ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں غائب ہو جاتا ہے اور بعض دوسرے عربوں نے طہر کے آنے کو "قروء" کا نام دیا ہے کہ جب طہر کا وقت آیا تو حیض ختم ہوا اور طہر یعنی پاکی عادتاً ایک معلوم وقت پر آتی ہے، امام طبریؒ کہتے ہیں کہ لفظ "قروء" کے معنی میں اسی اختلاف کی وجہ سے اہل تاویل میں اختلاف ہوا ہے (63)

تفسیر قرطبیؒ

امام قرطبیؒ (م: 1273ء) نے اس آیت کے ضمن میں لفظ "قروء" پر طویل بحث کی ہے اور اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> "اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہو گا تین ادوار یا تین انتقالات، اور مطلقہ عورت صرف دو حالتوں سے متصف ہوتی ہے، پس کبھی وہ طہر سے حیض کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کبھی حیض سے طہر کی طرف، اس کلام کی دلالت طہر اور حیض دونوں پر ہو گی اور یہ اسم مشترک ہو گا" (64)

61۔ محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي، مختار الصحاح، ص ۶۵۰، الناشر: مكتبة لبنان - بيروت

62۔ الراغب الاصفهاني، أبو القاسم الحسين بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، ص ۴۰۲، الناشر دار المعرفة

63۔ الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، جامع البيان في تأويل القرآن (تفسير ابن جرير طبری)، ج: ۴، ص: ۵۱۲، الناشر: مؤسسة الرسالة

64۔ قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع الاحکام القرآن (تفسیر قرطبیؒ)، ج: ۲، ص: ۱۵۲، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

اصولیین کا نقطہ نظر

اصول الشاشی

مذکورہ آیت میں لفظ "ثَلَاثَۃَ" خاص ہے معلوم عدد تین پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس پر عمل کرنا واجب ہوگا اس لئے حنفیہ نے "قروء" سے مراد حیض لیا ہے تاکہ تین کا عدد پورا ہو جائے اگر اس سے مراد طہر لیا جائے جیسا کہ شافعیہ نے لیا ہے تو لفظ "ثَلَاثَۃَ" خاص پر عمل نہیں ہوگا کیونکہ جس طہر میں طلاق واقع ہوئی اس کا کچھ حصہ شمار کریں تو عدت اڑہائی طہر بنتی ہے اور اگر شمار نہ کریں تو عدت ساڑھے تین طہر ہوتی ہے تین کا عدد کامل نہیں ہوتا۔[65]

علم أصول الفقه وخلاصة تاريخ التشريع

لفظ قروء لغت عرب میں مشترک المعنی ہے جو کہ حیض اور طہر دونوں پر دلالت کرتا ہے، اس لفظ میں ایک سے زائد مفہوم کا احتمال پایا جاتا ہے پس آیت سے مراد تین حیض بھی ہو سکتے ہیں اور تین طہر بھی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت دو معنی پر دلالت کرتی ہے[66]

آیت کے لفظ "قروء" کے مفہوم میں دور صحابہ کرام سے اختلاف چلا آرہا ہے اور مفسرین و آئمہ مجتہدین نے اس آیت کو اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے ظنی قرار دیا ہے، "قروء" کے مفہوم کو لغت، تفسیر اور اصول فقہ کی روشنی میں دیکھنے سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ آیت طہر اور حیض دونوں کا مفہوم دیتی ہے اور دونوں مفاہیم کو اختیار کرنے میں آئمہ کے اپنے اپنے دلائل ہیں جن دلائل کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ قرآن کی یہ آیت اپنے مفہوم پر قطعی ہے۔

حاصل بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایسی آیات تو یقینی طور پر قطعی الدلالۃ ہیں جن کا سنت مطہرہ نے ایک مفہوم متعین کر دیا ہے یا جن آیات کے مفہوم کا وضوح فقہا کی اصطلاح میں "محکم" اور "مفسر" تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر ایسی آیات جن کے الفاظ تعدّد و اشتراک مفہوم کے حامل ہیں اور سنت نے بھی ان کا کوئی خاص مفہوم متعین نہیں کیا، ایسی آیات کا کسی ایک ہی تاویل کا متحمل ہونا محال ہے۔ ایسی آیات کی تفسیر میں عہد صحابہ، قدیم

65۔ اصول الشاشی، ص ۱۷

66۔ عبد الوهاب خلاف، علم أصول الفقه وخلاصة تاريخ التشريع، ص: ۳۶، الناشر: مطبعة المدني المؤسسة السعودية بمصر

مفسرین اور فقہا کے دور سے ہی متعدد آراء سامنے آتی رہی ہیں۔ امام فراہیؒ اور تفسیر تدبر قرآن کا قطعی الدلالۃ یا تاویل واحد کا نظریہ ان کا تفرد اور ان کی آپس میں ہی مختلف تاویلات کی بنا پر مبہم بھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب